جناب موسیٰؑ۔توریت اور یادگار حسینی

جناب سید مصطفیٰ حسین صاحب کرولوی

(۱) از کتاب احبار باب ۲۳۔صفحہ ۱۱۵

نمبر آیات	مضمون آیات
۲۳	اور خدا نے موسیٰ سے کہا
۲۴	بنی اسرائیل سے کہہ کہ ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ تمہارے لئے خاص آرام (تعطیل) کا دن
۲۵	تم اس روز کوئی خادمانہ کام نہ کرنا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گذارنا
۲۶	اور خداوند نے موسیٰ سے کہا
پارہ ۲۷ الف	اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو کفارے کا دن ہے
۲۷ ب	اس روز تمہارا مقدس مجمع جمع ہو اور تم اپنی جانوں کو دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گذرانا۔
۲۸	تم اس روز کسی طرح کا کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارے کا دن ہے جس میں خداوند تمہارے خدا کے حضور تمہارے لئے کفارہ دیا جائے گا۔
۲۹	جو شخص اس دن اپنی جان کو دکھ نہ دے وہ اپنے لوگوں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔
۳۰	اور جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے اسے میں اس کے لوگوں میں سے فنا کر دوں گا۔
۳۱	تم کسی طرح کا کام نہ کرنا تمہاری ساری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہے گا۔
۳۲	یہ تمہارے خاص آرام (تعطیل) کا سبت ہو۔اس میں تم اپنی جانوں کو دکھ دینا تم اس مہینے کی نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبت ماننا۔

(۲) حوالہ کتاب

یہ کل عبارت مندرجۂ فقرہ نمبر (۱) عہد عتیق کی کتاب الاحبار سے مع نمبر آیات مندرجۂ کتاب مذکور لفظ بلفظ نقل کی گئی ہے۔اصل کے لئے ملاحظہ ہو۔کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ،جس کو برٹش انڈیا فارن بائبل سوسائٹی نے انارکلی لاہور سے ۱۹۳۱ء میں چھپوا کر شائع کیا۔

(۳) تبصرہ و تفسیر وحی زیر تبصرہ کی مختلف حیثیتیں سندی حیثیت

چونکہ وحی زیر تبصرہ کی سندوں میں جناب موسیٰؑ سا ایک مسلمہ نبی اور توریت سی ایک مسلمہ الہامی کتاب اور ترجمہ کی توفیق میں خود صاحبان کتاب کی مسلمہ سوسائٹی شامل ہے اس لئے سندوں کے اعتبار سے نہ صرف برادران یہود و نصاریٰ بلکہ جملہ

فرق اسلام کے لئے کسی بھی ایراد یا شبہ کی گنجائش نہیں رکھتی۔

(۴) نوعیتِ وحی

چونکہ اس میں ایک واقعہ کی قبل از وقوع واقعہ خبر دی گئی ہے اوراس واقعہ کی سالانہ یادگار منانے کی ہدایت بھی ہے لہٰذا یہ وحی ایک مستند الہامی اور ایسی پیشین گوئی قرار پاتی ہے جو سالانہ یادگار کی ہدایت کی حامل ہو۔

(۵) اہمیت پیشین گوئی

(الف) چونکہ سالانہ یادگار مندرجۂ وحی کو دوامی قانون کا درجہ یا ہر زمانہ اور ہر ماحول میں قیامت تک کے لئے واجب التعمیل قرار دیا گیا ہے اور

(ب) وسعت کے لحاظ سے جملہ بنی آدم کو حاوی یا ہمہ گیر ہے۔ اور

(ج) تعزیری حیثیت سے ہر شخص کو خواہ وہ ملکی ہو یا غیر ملکی جو بھی شامل یادگار نہ ہو ملک وملت سے خارج کر دینے والی۔

لہٰذا

بلا خوف مبالغہ ولوم لائم کہا جا سکتا ہے کہ وحی زیر تبصرہ ہر حیثیت سے نہایت اہم اور عظیم الشان پیشین گوئی اور چونکہ کوئی دوسری پیشین گوئی نوعیت، اہمیت اور عظمت کے لحاظ سے اس درجہ کی پائی نہیں جاتی اس لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ واقعہ مندرجہ پیشین گوئی آپ اپنی نظیر یا عدیم النظیر ہے۔

اب میں وحی کے مفہوم یا پیشین گوئی کے حقیقت و مصداق پر تفصیلی تبصرہ کرتا ہوں۔

(۶) آیت نمبر ۲۳۔۲۴ ساتواں مہینہ

۲۳۔خداوند نے موسیٰ سے کہا۔

۲۴۔بنی اسرائیل سے کہہ کہ ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ

اس وحی میں جا بجا ساتویں مہینہ کی پہلی اور دسویں تاریخ کے کچھ فرائض بیان کئے گئے ہیں مگر مہینہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اگر چہ یہ کوئی تعجب یا اعتراض کی بات نہیں ہے اس لئے کہ توریت میں مہینوں اور برسوں کی تشخیص وشمار کے لئے عام طور پر یہی طریقہ بیان اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے مسلمان بھائی عام طور پر اس اصطلاح سے ناواقف ہیں اس لئے ایک مختصر تبصرہ کی ضرورت ہے۔ ہم نے کسی کتاب یا اخبار میں موسوی تقویم پر سیر حاصل تبصرہ دیکھا ہے اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ امت موسوی میں ایک زمانہ تک قمری تقویم یا سال جاری تھے اور ممکن ہے کہ اعیاد اور تہواروں کے منانے کے لئے اب بھی جاری ہوں نیز یہ کہ یکم رجب المرجب سے سال کا آغاز اور آخری جمادی الثانی میں اختتام مانا جاتا تھا۔ اس پر مجھے پورا پورا اطمینان ہے کہ ساتویں مہینہ مندرجہ پیشینگوئی ہے۔ محرم الحرام کا عربی مہینہ مراد ہے۔ اور اگر موسوی تقویم کا علم نہ ہوتا تب بھی کسی شبہ یا بے اطمینانی کی کوئی بات نہ تھی اس لئے کہ بکثرت اسلامی روایات میں یہودیوں کے صوم عاشورہ کا ذکر موجود ہے جو کہ اسی ہدایت مندرجہ پیشین گوئی کی بنیاد پر موسوی امت میں جاری ہے۔

(۷) آیت نمبر ۲۴

۲۴۔اس (تاریخ) میں یادگاری کیلئے نرسنگھے پھونکے جائیں۔ چوبیسویں آیت میں کہا گیا ہے کہ ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ کو یادگاری کے لئے نرسنگھے پھونکے جائیں مجمع جمع ہو۔ اس روز کوئی خادمانہ کام نہ کرنا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گذراننا۔ نرسنگھے پھونکنے سے مطلب کسی مقدس یا قابل احترام فریضے کی ادائی کے لئے اعلان سے ہے۔ یعنی جس طرح ہنود میں سنکھ پھوک کر اور عیسائی اپنے گرجوں میں گھنٹے بجوا کر فریضۂ عبادت یا کسی مذہبی مقدس جلسہ کے لئے اعلان کرتے ہیں۔ ٹھیک انہیں معنی میں اس مقدس شرعی یادگار منانے کی اطلاع عام کے لئے نرسنگھے پھونکا جانا کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی کے عین مابعد کہا گیا ہے کہ ''اور مقدس مجمع جمع ہو۔'' مسلمانوں میں بھی چاند دیکھتے ہی اعلانی باجے بجانے کا رواج جاری ہے۔

الغرض مطلب صرف یہ ہے کہ محرم کا چاند دیکھنے پر پہلی تاریخ کو ایک یادگاری جلسہ (مجلس) کا اعلان عام کیا جائے اور اجتماع ہو کر آتشیں قربانی کے ذریعہ یادگار منائی جائے۔

آتشیں قربانی کیا شئے ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ یہاں پر صرف اس قدر اشارہ کافی ہے کہ ذبیح کربلا کی یادگار میں جلسہ کرکے کسی جانور کی قربانی کی جائے کیا اس مخصوص طریقۂ یادگار سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ یادگار ذبیح کربلا کی ہے۔جس نے کہ دشت کربلا میں خدا کے حضور ایک عدیم النظیر قربانی پیش کی ہے۔

(۸) **آیت نمبر ۲۴-۲۵-۲۸-۳۱-۳۲سبت**

۲۴-ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ تمہارے لئے خاص آرام کا دن ہو۔

۲۵-تم اس روز کوئی خادمانہ کام نہ کرنا......

۲۸-تم اس روز (دہم کو) کسی طرح کا کام نہ کرنا......

۳۱-تم (اس دن) کسی طرح کا کام نہ کرنا......

۳۲-یہ تمہارے لئے خاص آرام کا سبت ہو......تم نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبت ماننا۔

ان آیات میں جابجا کہا گیا ہے کہ

(الف) یہ (محرم کی پہلی تاریخ) تمہارے لئے خاص آرام کا دن ہو(آیت نمبر ۲۴)

(ب) یہ محرم کی دسویں تاریخ) تمہارے لئے خاص آرام کا سبت ہو(آیت نمبر ۳۲)

(ج) تم نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبت ماننا (آیت نمبر ۳۲)ان آیات میں ایک ہی مفہوم کو، خاص آرام کا دن، خاص آرام کا سبت، اور مجرد سبت کہا گیا ہے۔

درحقیقت سبت ہفتے کو کہتے ہیں چونکہ توراۃ میں لکھا ہے۔خدا نے چھ دن میں زمین وآسمان بنایا اور ساتویں دن آرام یا سکون اختیار فرمایا اس لئے ساتویں دن کو یہودی خدا کے سکون کا مقدس دن مانتے ہیں۔لیکن آرام یا سکون سے یہ مطلب نہیں ہے کہ رات دن پڑا سویا کرے یا تفریحی جلسوں، کھیل کود، عیاشی یا غالب کی طرح رات دن تصور جاناں میں بسر کردے بلکہ بخلاف اس کے ایسا آرام وسکون کا دن تمام دنیاوی کاروبار بند کرکے صرف عبادت الٰہی میں بسر کی جائے۔اور یہی سبب ہے کہ ہفتہ میں ایک دن یہودیوں یا نصاریٰ دونوں میں عبادت کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے اور شریعت اسلام میں بھی یہ شرف جمعہ کو حاصل ہے۔یہ ہیں معنی آرام کے دن یا سبت کے یعنی وہ ایام جن میں تمام کچہری دربار محنت، مزدوری خلاصہ یہ کہ سارے کام خواہ وہ دنیاوی ہوں یا دینی چھوڑ کر صرف مخصوص ومعین عبادت یا وہ دینی کام کئے جائیں جن کے لئے شریعت نے ان کو مخصوص کیا ہے۔(دیکھوخروج صفحہ ۸۴-)اخبار صفحہ ۱۱۴-استثناء صفحہ ۱۶۹

اس پیشین گوئی میں ایک اہم واقعہ شہادت کی یادگار منا سکنے کی غرض سے محرم کی پہلی اور دسویں تاریخ نیز نویں کی شام سے لیکر دوسری شام تک کو سبت یعنی مقدس ومحترم یادگار کا دن کہا گیا ہے۔

محرم کی پہلی اور دسویں تاریخوں نیز نویں کی شام سے دوسری شام تک کو سبت قرار دینا اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ پیشین گوئی ہذا کا تعلق واقعۂ کربلا سے ہے نہ کہ کسی اور واقعہ سے۔

(۹) **آیت نمبر ۳۱سبت کی اہمیت**

تم (اس دن سوائے اپنی جانوں کے دکھ دینے یا آتشیں قربانی مندرجہ آیت نمبر ۲۷ کے کسی طرح کا کام نہ کرنا۔تمہاری ساری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہے گا۔

اس آیت میں اس یادگاری سبت کی طاقت اور اہمیت کو ظاہر کیا گیا ہے یعنی یہ کہہ کر تمہاری ساری سکونت گاہوں میں پشت در پشت سدا یہی آئین رہے گا یادگار کو دوامی قانون، یا شعار کا درجہ دیا گیا ہے اب چونکہ یادگار کی یہ اہمیت بھی کربلا ہی کی سی اہم قربانی کی شایان شان ہے اس لئے بلحاظ اہمیت سبت یا یادگار بھی سوائے واقعہ کربلا کے دوسرا واقعہ اگر ہو بھی) مصداق پیشین گوئی قرار نہیں پاسکتا۔

(۱۰) **آیت نمبر ۲۹-۳۰-یادگار نہ منانے کا نتیجہ**

۲۹- جو شخص اس دن اپنی جان کو دکھ نہ دے وہ اپنے

لوگوں سے کاٹ ڈالا جائے گا۔

۳۰۔ جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے اسے میں اس کے لوگوں سے فنا کر دوں گا اس سے قبل کی آیات تک سبت یا یادگار کے آئین ورسوم نیز اس کی اہمیت کا ذکر تھا اب یادگار نہ منانے یا اس سے مخالفت کرنے والوں کی وعید یا آخری نتیجہ کا تذکرہ ہے۔

منجملہ ان دو آیات کے پہلی آیت میں یادگار مندرجہ وحی نہ منانے والوں کی بابت شرعی یا اخلاقی سزا کا ذکر ان الفاظ میں ہے کہ جو شخص اس دن اپنی جان کو دکھ نہ دے (یادگار غم نہ منائے) وہ اپنے لوگوں سے کاٹ ڈالا جائے گا جس کا کھلا کھلا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے طبقے سے خارج سمجھا جائے گا۔ یا اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے دونوں حالتوں میں صحیح ہے۔

دوسری آیت نمبر ۳۱ میں مثل اور دنوں کے معمولاً اپنا کاروبار جاری رکھنے اور یادگار غم نہ منانے والوں کے وعید یا آخری نتیجہ کا ذکر ہے کہ خدا انہیں ان کے لوگوں سے فنا کر دے گا اس وعید و نتیجۂ آخری کے لحاظ سے بھی اس پیشین گوئی کا مصداق واقعہ کربلا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان ایام میں اپنا روزمرہ کا کاروبار جاری رکھنے والے یا یادگار اور اصل واقعہ کربلا کی کوئی اہمیت نہ سمجھنے والے (بنی امیہ) اپنے لوگوں ملک عرب ہی سے نہیں ساری دنیا سے فنا یا معدوم ہو چکے ہیں۔ اسکو کہتے ہیں تطابق، اور مصداق کامل۔ الغرض قانونی سزا، اور وعید یا آخری نتیجہ مندرجہ پیشین گوئی کے لحاظ سے واقعہ کربلا ہی اس پیشین گوئی کا مصداق ثابت ہوتا ہے۔

(۱۱) آیت نمبر ۲۷ فقرہ الف

۲۷۔ ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کفارے کا دن ہے یہودی یا عیسائی نقطۂ نظر سے اس آیت کے مفہوم پر کسی تبصرہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ یہ ان کا عام محاورہ ہے کہ جب کوئی نبی امت کی اصلاحی جدوجہد یا بالفاظ دیگر نجاست گناہان سے پاک کرنے کی جدوجہد میں جان سے مارا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ امت کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا اور اسی اصول پر تمام عیسائی حضرت مسیح کی شہادت کے بعد سے اب تک برابر کہتے چلے آرہے ہیں۔ مسیح بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ لہٰذا اس آیت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کفارے کا دن ہے۔ اس کے معنی یہود و نصاریٰ حضرات کے مسلمہ کے مطابق صرف یہ نکلتے ہیں کہ محرم کی دسویں تاریخ میں کوئی مصلح الٰہی قوم وامت کی اصلاحی جدوجہد کی حالت میں شہید ہونے والا ہے۔ اس لئے نتیجہ صاف ہے۔ یعنی چونکہ حضرت امام حسینؑ امت کی اصلاحی جدوجہد ہی کی حالت میں اور دسویں ہی تاریخ محرم کو شہید ہوئے ہیں۔ نیز یہ کہ کسی دوسرے شخص کی شہادت اسی تاریخ وحالت میں پائی نہیں جاتی لہٰذا پیشین گوئی کا مصداق سوائے واقعہ کربلا کے کوئی اور ہوسکتا ہے نہ موجود ہے۔

(۱۲) آیت نمبر ۲۷۔ فقرہ ب

ب/۲۷۔۔۔۔ اس روز تمہارا مقدس مجمع جمع ہو۔

۔۔۔ اور تم اپنی جانوں کو دکھ دینا۔۔۔۔

اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزراننا

اس آیت میں یادگار کے طور طریقے یا عنوان ورسوم کو بتایا گیا ہے۔ جس کے دو حصے ہوسکتے ہیں۔

(الف) مجمع جمع یا فراہم کر کے اپنی جانوں کو دکھ دینا۔

(ب) خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزراننا۔

(۱۳) (الف) مجمع جمع کر کے اپنی جانوں کو دکھ دینا

مجھ کو نہیں معلوم کہ برادران یہود و نصاریٰ اس ہدایت کی تعمیل کیونکر یا کیا کیا کرتے ہیں۔ اور اپنی جانوں کو دکھ کیونکر پہنچاتے ہیں، جو کچھ کہ معلوم ہے صرف یہ ہے کہ عاشور محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔

برادران یہود و نصاریٰ کا عمل یا طور وطریقہ ادائے یادگار کچھ ہی کیوں نہ ہو یا کچھ بھی نہ ہو۔ جو مراد کہ بغیر کسی تکلف وتصنع یا آورد کے اس فقرے سے لی جاسکتی ہے، یہ ہے کہ جلسہ طلب

کر کے اس میں واقعات ومصائب واقعہ متعلقہ بیان کئے جائیں اس لئے کہ صرف اسی طریقہ سے مجمع غمناک ہوسکتا یا بالفاظ دیگر اپنی جانوں کو دکھ دیا جاسکتا ہے جو کہ مسلمانوں کی مجالس عزا کا طریقہ ہے) یا پھر یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ مجمع کے درمیان اس طور پر مظاہرۂ غم کیا جائے جس طرح کہ عام مجمع کے درمیان عاشور کے دن مقدس مسلمان کرتے ہیں۔ سوائے ان دو طریقوں کے کسی اور عنوان سے کوئی مجمع اپنی جانوں کو دکھ دے ہی نہیں سکتا۔ اس طریقہ یادگار (مجمع جمع کر کے اپنی جانوں کو دکھ دینے یا میرے الفاظ میں مظاہرہ غم کی ہدایت) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس ہیرو کی کفارہ دینے یا یادگار شہادت منانے کی اس پیشین گوئی میں ہدایت کی گئی اس کی داستان شہادت، نہایت غم انگیز، روح فرسا اور دکھ بھری ہے تب ہی تو جانوں کو دکھ دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شہید کربلا کے واقعات شہادت انتہائی غم انگیز، روح فرسا، جانکاہ اور دکھ بھرے نہیں ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے بیشک صحیح ہے تو سوائے اس کے کوئی اور نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہے کہ پیشین گوئی کا تعلق واقعہ کربلا اور صرف واقعہ کربلا ہی سے ہے۔

(۱۴) ب- اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزراننا

شریعت موسوی میں مختلف اور متعدد قربانیاں رکھی گئی ہیں۔

مثلاً کسی جرم کے بدلے، جھوٹی قسم اور فریب کے بدلے خطاء محض کے بدلے، خطا عمد کے بدلے انفرادی خطاؤں کے بدلے، اجتماعی قصوروں کے بدلے، نذر ومنت کی قربانی وغیرہ وغیرہ ملاحظہ ہو کتاب الاخبار باب (۱) لغایت ۱۰ جس میں جملہ قربانیوں کے اقسام وشرائط اور طریقے بیان کئے گئے۔

آتشیں قربانی بھی منجملہ متذکرہ صدر قربانیوں کے قربانی کی ایک قسم ہے جس کو شریعت موسوی میں رضا کی قربانی) یعنی خوشنودی ورضائے الٰہی کی قربانی کہا گیا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اے میرے مالک تیری راہ میں یا محض تیری خوشنودی ورضا کے لئے اپنے ایک مملوکہ جاندار کی قربانی پیش کرتا ہوں۔ جس کی مثال امت محمدیؐ میں عیدالضحیٰ کی قربانی سے دی جاسکتی ہے۔

عیداضحیٰ کی قربانی ظاہر ہے کہ سنت ابراہیمی کی پیروی یا اس قربانی کی تاسی ہے جس میں جناب ممدوح نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو محض خوشنودی خدا یا رضائے الٰہی کیلئے ذبح کرنا چاہا تھا۔ اور خدا نے ایک ذبح عظیم کے بدلے چھوڑ دیا اور جس کی کہ ابراہیمؑ کے بیٹے حسینؑ نے تکمیل کر کے (اگر پدر نتواند پسر تمام کند) کے مقولہ کو سچ کر دکھلایا۔ عیداضحیٰ کے دن امت محمدی کے لئے کسی جانور کی قربانی بطور ایک دائمی قانون یا شعار کے کیوں قرار دی گئی ہے یا خود جناب ابراہیمؑ نے اپنے لڑکے کو کیوں ذبح کرنا چاہا۔

کیا اس کی یہی وجہ نہیں ہے کہ اگر ایک طرف خوشنودی و رضائے الٰہی مدنظر تھی تو دوسری جانب امت کو یہ تعلیم دینی تھی کہ خدا کی رضا کے لئے نہ صرف مال ہی بلکہ اکلوتے بیٹے کی جان تک کا ایثار کر ڈالنا چاہئے۔

اس طرز استدلال سے میں یہ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا کہ آتشیں قربانی یا بالفاظ دیگر رضا کی قربانی مثل عیداضحیٰ کے قربانی کے صرف کسی شہید رضا کی تاسی ہی میں ہوسکتی ہے۔ نہیں خود جناب ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کسی ماقبل شہید کی تاسی میں نہیں کی تھی نہ جناب مسیح کسی پیش رو کی تاسی میں سولی پر چڑھے۔ بلکہ ان حضرات نے بلا کسی نمونہ وتاسی کے محض خوشنودی یا رضائے الٰہی کی غرض سے جان دینی چاہی اور دی۔ یعنی مجھ کو یہ تسلیم ہے کہ رضا کی قربانی شریعت موسوی کے موافق ہر شخص اور ہر وقت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے دسویں محرم کو (جو کہ مطابق وحی زیر تبصرہ ایک نہایت عظیم الشان قربانی کا دن ہے) گذراننے کی ہدایت کیوں کی گئی۔ اور اسی روز اپنی جانوں کو دکھ دینے کا شعار کیوں قائم کیا۔

کیا اس وحی میں یکم اور دہم محرم کی تخصیص نیز دوامی شعار بنانے سے بھی نتیجہ نہیں نکلتا کہ شہید دہم کی تاسی میں اور شہید دہم

کی یادگار کے طور پر اس آتشیں قربانی کی ہدایت کی گئی ہے۔ بالکل بعینہ اسی طرح جیسے عید اضحیٰ کی قربانی جناب ابراہیم کی تاسی میں اور جناب ابراہیمؑ کی یادگار کے طور پر قائم کی گئی ہے۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انبیائے ماقبل یا بعد کا مقصد ایسی یادگاروں کے لئے دوامی شعار کا درجہ قائم کرنے سے اپنے طبقے کی حمایت ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان یادگاروں کے دوامی شعار بنائے جانے کی غرض خود بنی آدم کا فائدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مذہب وامت یا ملک وملت کے لئے مالی اور جانی قربانی کی تعلیم وتربیت مقصود ہوتی ہے جسکا فائدہ خود ملک وملت اور مذہب وامت کو پہنچتا ہے، نہ کہ طبقۂ انبیاء واولیا کو پس درآنحالیکہ یادگار کے پہلے عنوان (مظاہرہ غم کے علاوہ دوسری رسم آتشیں قربانی سے بھی خاص طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی عظیم الشان قربانی ہی کی یادگار ہے، تو اگر ستائیسویں آیت اس پیشین گوئی میں موجود نہ بھی ہوتی جس میں کہا گیا ہے کہ ساتویں مہینے دسویں تاریخ کفارے کا دن ہے'' تب بھی تنہا یہ دونوں یادگاری رسمیں یہ نتیجہ نکالنے کے لئے کافی تھیں کہ پیشین گوئی کا تعلق قربانی حسینؑ ہی سے ہے نہ کہ کسی دوسرے واقعہ دہم محرم سے اس لئے کہ قربانی کا شعار قربانی ہی کی یادگار کے لئے شایاں ومناسب ہوسکتا ہے نہ کسی اور واقعہ کی یادگار کے لئے۔

(۱۵) آیت نمبر ۲۸

تم اس روز کسی طرح کا کام نہ کرنا۔

(۲۸) کیونکہ وہ کفارے کا دن ہے جس میں خداوند تمہارے خدا کے حضور تمہارے لئے کفارہ دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۷ میں بایں الفاظ کہ (ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کفارے کا دن) کفارے کا ذکر آچکا ہے اور اسی موقع پر کفارے کے مفہوم پر عیسائی نقطۂ نظر کے ماتحت روشنی ڈالی جاچکی ہے۔

ملاحظہ ہو تبصرہ ہذا کا فقرہ نمبر ۱۱

ظاہر ہے کہ عیسائی نقطۂ نظر کے ماتحت اس آیت کے واقعۂ کربلا سے متعلق یا مصداق ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے اس لئے کہ عیسائی حضرت مسیح کی شہادت کی وجہ سے خود اس کے قائل ہیں کہ مسیح سولی پا کر بنی آدم یا بنی اسرائیل کے گناہوں کا کفارہ ہوگئے۔ مگر ہمارے مسلمان بھائی اس قول و عقیدے کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ازروئے نص قرآنی لاتزرو وازرۃ وزرا اخریٰ۔ کوئی کسی دوسرے کے بوجھ (اعمال) کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا اور نہ کسی کی شفاعت کام آسکتی ہے۔ بالفاظ دیگر کسی خدائی مصلح کی شہادت امت کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوسکتی۔ اور ساتھ ہی وہی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ کی بابت شفیع المذنبین اور رحمۃ اللعالمین ہونے کے بھی قائل ہیں۔ الغرض یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور میرا منصب و موضوع درمیان فرقِ اسلام یا مسائل مختلف فیہ میں محاکمہ (مناظرہ نہیں ہے، بلکہ میری غرض صرف اس پیشین گوئی مندرجہ توراۃ کے صحیح مصداق کی تلاش وتحقیق تھی جو کہ بحمد اللہ پوری ہوگئی۔ پھر بھی اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر الفاظ مندرجہ آیات زیر تبصرہ کے وہی معنی ہوں جس کے عیسائی حضرات قائل اور مسلمان مخالف ہیں تب بھی اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ پیشین گوئی کا حقیقی اور صحیح مصداق واقعہ کربلا ہی ہے۔

زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی وہ جماعت جو مسئلہ شفاعت کی قائل نہیں ہے یہ کہہ سکتی ہے، جیسا کہ میرے ایک دوست نے فرمایا کہ کفارے والی آیات تحریف شدہ ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے ان کو امور ذیل پر غور کرنا ہوگا۔

(الف) تحریف کرنے والے کس جماعت کے لوگ ہوسکتے ہیں۔

(ب) غرض وغایت تحریف۔

یہ ظاہر ہے کہ ان آیات میں کسی قسم کی تحریف کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ان کو دسترس حاصل نہیں لہٰذا سوائے اس کے چارہ نہیں کہ خود یہود ونصاریٰ کو تحریف کرنے

والا مانا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود اہل کتاب اپنی ہی الہامی کتاب۔ پھر ایک پیشین گوئی کی عبارت میں جس کے وقوع کے زمانے یا کفارہ دینے والی شخصیت تک کا علم نہ ہو۔

کیوں اور کس غرض سے تحریف کر سکتے ہیں۔ ہر موقع خصوصاً ایسے موقع پر تحریف کی آڑ پکڑنا سوائے ناانصافی اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ صرف ایسے ہی آیات متشابہات یا پیشین گوئیاں وغیرہ تو بوجہ اپنے مجہول المفہوم یا لا معلوم المصداق ہونے کے ہر قسم کی تحریف سے (خواہ وہ ارادی ہو یا سہو کاتب) بچ سکتی ہے پھر اسی قسم وحی کی بابت اس قسم کا اعتراض یا شبہ کرنا۔ اگر ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اب بطور فرض محال مان لیجئے کہ لفظ کفارہ اس آیت میں محرف ہے تو اس کا نتیجہ۔۔۔ بات جہاں تھی اب بھی وہیں رہتی ہے یعنی پیشین گوئی کا مصداق پھر یہی واقعہ کربلا ہی رہتا ہے۔ اس لئے کہ پیشین گوئی بہ تعین تاریخ دہم محرم کی گئی ہے اور اسی تاریخ میں شہادت واقع بھی ہوئی۔ اسی طرح یادگار غم یا مظاہرہ غم کا جواز بھی بعینہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے پھر محرف کہنے یا ماننے کا نتیجہ میری رائے میں معترض مسلمان اور عیسائی دونوں جماعتوں کا عقیدہ اس مسئلہ میں ایک ہی ہے اور آیات زیر تبصرہ بھی قطعاً ہر قسم کی تحریف سے پاک ومحفوظ ہیں۔ فرق صرف سمجھ اور نقطۂ نظر کا ہے مگر یہ بحث بہت طوالت چاہتی ہے اور بات پھر بھی جہاں تھی وہیں رہتی ہے لہٰذا کسی مزید بحث وتبصرہ کی ضرورت نہ سمجھ کر اس دعا پر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

بارِالٰہا ہم سب کو توفیق عطا فرما کہ وطنی، ملکی، قومی، نسلی، ملی، مذہبی غرض جملہ تعصّبات اور خودی سے اپنے دلوں کو پاک کر کے سب کے سب اس محسن بنی نوع انسان اور تیرے شہید رضا یعنی حسینؑ کی قربانی کی یادگار باہم مجتمع ومشترک ہو کر منا سکیں۔

(ماخوذ از اخبار سرفراز لکھنؤ، محرم نمبر ۱۳۵۵ھ ص ۴۷ تا ۵۰ر)

(بقیہ ص ۵۶ کا۔۔۔۔۔۔۔۔(حواشی)۔۔۔۔۔۔۔۔)

(بند نمبر ۱۹) یہ مرثیہ حضرت نسیمؔ امروہوی کے انتقال کے بعد کہا گیا تھا۔ ان کے بارے میں تیس چالیس بند اس میں شامل ہیں جو ''ارمغان نسیم'' میں شائع ہو گئے ہیں۔ اس لئے بہ سببِ اختصار ان کو یہاں حذف کر دیا گیا ہے۔

(بند نمبر ۲۱) (۱) اسید بن ابی اناسی الکنانی، (۲) عبداللہ بن رواحہ، (۳) جمال الدین عرفی متوفی ۹۹۹ھ، (۴) حاجی جان محمد قدسی متوفی ۱۰۵۶ھ، (۵) مجدد الدین ابوالمجد سنائی غزنوی، متوفی ۵۲۵ھ، (۶) ابوعزۃ الجحی، (۷) ترکی زبان کا نامور شاعر نامق کمال، (۸) فارسی کا مشہور شاعر مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ۔ (۹) اصید بن سلمۃ السلمی، (۱۰) فارسی کا مشہور شاعر محتشم کاشی متوفی ۹۹۶ھ، (۱۱) اوحدالدین انوری فارسی کا عظیم قصیدہ گو، (۱۲) شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن زید بوصیری مصری صاحبِ قصیدہ بردہ۔ متوفی ۶۹۶ھ، (۱۳) قدیم حبشی زبان کا نعت گو شاعر ابو ہلال عبید، (۱۴) فارسی کا مشہور شاعر، (۱۵) عربی کا مشہر مرثیہ گو، (۱۶) عبدالرحمٰن جامیؔ۔ متوفی ۸۹۸ھ

(بند نمبر ۲۲) (۱) خدائے سخن میر انیسؔ، (۲) شاعر اعظم مرزا دبیرؔ، (۳) جناب سید مہدی حسین ماہرؔ لکھنوی، (۴) حضرت امیر مینائی، (۵) حضرت محسنؔ کاکوروی (برصغیر کے عظیم ترین نعت گو)، (۶) جناب خواجہ الطاف حسین حالیؔ، (۷) مرزا اسداللہ خاں غالبؔ، (۸) استاذالاساتذہ نواب مولوی سید اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی، (۹) حضرت سید آلِ رضاؔ (جدید مرثیہ کے معماروں میں ایک اہم نام)، (۱۰) شاعرِ انقلاب حضرت جوشؔ ملیح آبادی، (۱۱) شاعر آل محمدؐ حضرت نسیمؔ امروہوی، (۱۲) نواب سید اختر حسین صاحب مصورؔ لکھنوی، (۱۳) دعبلِ ہند حضرت ذاخرؔ لکھنوی، (۱۴) حسینی شاعر حضرت فضلؔ نقوی لکھنوی۔ (وہ اس وقت حیات تھے جب یہ مرثیہ کہا گیا بعد میں مئی ۱۹۹۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا)، (۱۵) لسان الشعراء مولانا سید اولادِ حسین شاعرؔ لکھنویؔ۔

(بند نمبر ۷۴) (۱) نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ از حضرت غوثِ اعظمؒ (۲) ارمغانِ نعت ''مرتبہ شفیقؔ بریلوی''۔ صفحہ ۳۹ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء

(بند نمبر ۷۸) (۱) یہ روایت علامہ بحرینی نے مدینۃ المعاجز میں امام حسنؑ کے معجزات میں لکھی ہے یہ بالکل وہی روایت ہے



قطعہ

جناب مظہر حسین تاجؔ لکھنوی

گر نہیں تیغ تو کیا سیفِ قلم ہاتھ میں ہے
کیوں نہ کر لوں تری نصرت کا ارادہ مسلمؑ
تیرے کردار سے اسلام کو سمجھا ہم نے
بھیڑ بیکار ہے گر ایک ہو سچا مسلمؑ